

قرآن مجید اور عدل علی علیہ السلام

سید حسنین عباس گردیزی¹

کلیدی کلمات: سیرت علیؑ، عدل علیؑ، تاویل قرآن، اسباب نزول، قضاوت

خلاصہ

قرآن مجید اور علیؑ کا رشتہ اتنا محکم ہے کہ جن میں جدائی ناممکن ہے۔ قرآن کا اثر جس طرح رسول اللہؐ پر ہوا اس طرح علیؑ کے سوا کسی اور پر نہیں ہوا۔ اس کے راز کو خود علیؑ نے نبیؐ کے بلاغہ کے ایک خطبے میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے مطابق علیؑ نزول وحی سے لے کر آخر تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اور ان کی تربیت نزول قرآن کے سائے میں ہوئی۔ علیؑ اور قرآن میں گہرے تعلق کی ترجمان وہ احادیث نبوی ہیں جن کو فریقین نے اپنی کتابوں نے نقل کیا ہے۔ ان سب سے زیادہ مشہور حدیث ثقلین ہے اور اس کے بعد بہت سی اور احادیث میں بھی علیؑ کے عالم قرآن ہونے کے محکم شواہد ملتے ہیں۔ پھر علیؑ نے اپنی عملی سیرت سے بھی ثابت کر دیا کہ ان کی پوری زندگی قرآن میں ڈھلی ہوئی تھی۔ خاص کر عدل علیؑ کو دیکھا جائے تو آپ کا طرز عمل قرآن کی عملی تفسیر تھا۔ خلافت علیؑ کے دوران بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے قرآن مجید اور عدل علیؑ میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس مقالے میں سیرت علیؑ میں سے فقط عدل و انصاف کے چند واقعات کو فریقین کی کتب سے نقل کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد علیؑ کا عدل و انصاف، قرآن کی مکمل تفسیر تھا اور حضرت علیؑ نے کبھی بھی قرآنی عدل و انصاف کے برخلاف عمل نہیں کیا۔

قرآن سے حضرت علیؑ علیہ السلام کا تعلق اتنا محکم اور استوار ہے کہ ان میں جدائی ناقابل تصور ہے۔ قرآن حضرت علیؑ علیہ السلام کے رگ و پے اور خون میں سرایت کر چکا تھا۔ رسول اللہؐ کے بعد قرآن کا اثر جس طرح حضرت علیؑ علیہ السلام پر ہوا، آپ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوا۔ علیؑ علیہ السلام نے جس طرح قرآن کو جانا اور جس طرح اس پر عمل کیا، رسول اکرمؐ کے بعد کسی نے اس طرح عمل نہیں کیا۔ اس کا راز علیؑ علیہ السلام نے خود بیان فرمایا ہے۔

”وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ أَتَّبَاعَ الْفَصِيلِ أَتْرَأَمَهُ يَرْفَعُنِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عَلَمًا وَيَأْمُرُنِي بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِ وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُنِي كُلَّ سَنَةٍ بِحَرَاءِ فَارَاهُ وَلَا يَرَاكَ غَيْرِي. وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْنَهُ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَدِيجِهِ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا. أَرَى نَوْرَ الْوَحْيِ وَالرَّسَالَةَ وَأَشْتَمُ رِيحَ الْكُفُوفِ. وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ ﷺ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ هَذَا الشَّيْطَانُ آيَسُ مِنْ عِبَادَتِهِ إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَتَاكَ لَسْتُ بِنَبِيٍّ وَلَكِنَّكَ وَذِيرٍ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ“ (1)

ترجمہ: ”اور میں آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرام میں کچھ عرصہ قیام فرماتے اور وہاں میرے علاوہ آپؐ کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت کسی گھر کی چار دیواری میں رسول اللہؐ اور (ام المؤمنین) خدیجہؓ کے علاوہ تیسرا مسلمان میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر (پہلی) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر

1- مدرس جامعہ الرضا و مدبر اعلیٰ مجلہ نور معرفت، بارہ کھوا اسلام آباد۔

میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آواز کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو لیکن تم نبی نہیں ہو بلکہ میرے وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔“

اس قول کی رو سے علیؑ علیہ السلام نزول وحی سے لے کر آخر وقت تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے، ان کی تربیت نزول قرآن کے سایے میں ہوئی۔ قرآن اور علیؑ علیہ السلام کے آپس میں گہرے رشتے اور لاینفک تعلق کی بنیاد احادیث نبوی ﷺ ہیں جنہیں فریقین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث ثقلین ہے جس میں قرآن اور اہلبیت کے باہمی رشتے اور تعلق کو واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

”قال رسول الله ص: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرَقَا حَتَّىٰ يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ“ (2)

ترجمہ: ”میں تمہارے درمیان دو گر افذر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسری میری عترت اہل بیت، یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔“

اس کے علاوہ احادیث کی ایک کثیر تعداد اس مطلب کو بیان کرتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”على مع القرآن والقرآن مع على، لن يفترقا حتى يردا على الحوض“ (3)

ترجمہ: ”علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر پہنچ جائیں گے۔“ مذکورہ حدیث کو حاکم نیشاپوری، طبرانی، خوارزمی، قدوسی اور ابن حجر نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (4)

حضرت علیؑ علیہ السلام کے بارے میں بہت ساری کتب میں یہ حدیث بھی نقل ہوئی ہے۔ جس میں ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ:

”قال رسول الله ﷺ: منكم رجلٌ يقاتل الناس على تأويل القرآن كما قاتلتُ على تنزيهه، قال: فقال ابوبكر، انا هو يا رسول الله؟“

قال: لا وقال عمر انا هو يا رسول الله؟ قال: لا وليكنه خاصف النعل في الحجرة فخرَّجَ ابننا على ابن ابى طالب و معه نعل رسول الله

”(5)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص لوگوں سے تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر

جنگ کی ہے۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ شخص میں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا:

کیا وہ میں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ شخص ہو گا جو حجرے میں جوتے کو پوند لگا رہا ہے۔ پس اتنے میں علی ابن ابی طالب

علیہ السلام حجرے سے نکل کر ہماری طرف آئے اور ان کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی نعلین تھی۔“

امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں، ہیشمی نے

مجمع الزوائد میں، طبرانی نے معجم الصغیر میں، بیہقی نے دلائل النبوة، اور امام نسائی نے السنن الکبریٰ میں اس حدیث کو اپنی اسناد سے ذکر کیا

ہے۔ (6)

قرآن مجید کا مکمل علم رسول خدا ﷺ کے پاس تھا۔ ان کے بعد یہ علم جس ہستی کے پاس تھا وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے تاویل قرآن کا علم بھی حضرت علیؑ علیہ السلام کے پاس تھا۔ آیات کے شان نزول، اسباب النزول کے بارے میں آپ مکمل

آگاہ تھے۔

اصح بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیؑ علیہ السلام کی خلافت پر بیعت کی گئی تو اس وقت آپؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

”سلون قبیل ان تفقدونی فوالله! إني لاعلم بالقرآن وتاويله من كل مدع عليه فوالذي فلق الحبة وبر النسبة لو سألتهموني عن آية لاخبر
تكم بوقت نزولها وفيه نزلت“ (7)

ترجمہ: ”مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں، اللہ کی قسم! میں قرآن اور اس کی تاویل سے، اس علم کے ہر دعویٰ کرنے والے سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر تم مجھ سے کسی بھی آیت کے بارے میں پوچھو تو میں تمہیں اس کے نزول کا وقت بھی بتاؤں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“
علی علیہ السلام قرآن کے نزول کی تمام خصوصیات کو زمان و مکان کے لحاظ سے جانتے تھے۔ انہوں نے خود فرمایا ہے:

”والله، ما نزلت آية الا وقد علمت فيما نزلت وَاين نزلت“ (8)

ترجمہ: اللہ کی قسم! میں ہر نازل ہونے والی آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی ہے اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ایک اور مقام پر آپؐ فرماتے ہیں:

”سلون من کتاب الله فانه ليس من آية الا وقد عرفت ابليل نزلت او بنهار في سهل او جبل“ (9)

ترجمہ: ”مجھ سے کتاب الہی کے بارے میں سوال کرو۔ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں نہ جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن میں، میدانی علاقے میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ میں“
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

”يا محمد، عدى عليهم بكل ما نزلت من الحلال والحرام والفرائض والاحكام والتنزيل وتاويل والسحك والتشابه والناسخ والبنسوخ“ (10)

ترجمہ: ”اے محمد ﷺ! علیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جو میں نے حلال و حرام، فرائض، احکامات نازل کیے ہیں اسی طرح وہ تنزیل قرآن، تاویل قرآن اور اس کی محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ (تمام آیات) کا علم رکھتا ہے۔“
قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ آیات ہیں، اسی طرح محکم و متشابہ اور خاص و عام آیات ہیں۔ ان آیات کے بارے میں صحابہ کرام اور مفسرین کا اختلاف ہے، لیکن علی علیہ السلام کے پاس ان سب کا علم موجود تھا اور ایسا نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے ہوا۔ جیسا کہ علی علیہ السلام نے خود فرمایا ہے:

”ما نزلت علی رسول الله ﷺ آية من القرآن الا اقرأ بينها واملأها على فكتبت بها بخطي، علمني تأويلها وتفسيرها، وناسخها ومنسوخها، ومحكمها ومتشابهها وخاصها وعامها ودعا الله لي ان يعطيني فهمها وحفظها ما نسيت آية من كتاب الله تعالى وعلماً
أملأها على وكتبته منذ دعا الله لي بما دعا“ (11)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ پر قرآن کی جو بھی آیت نازل ہوئی آپؐ نے مجھ پر اس کی قرأت فرمائی اور مجھے لکھوائی اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے لکھا، رسول خدا ﷺ نے اس آیت کی تاویل اور تفسیر کی مجھے تعلیم دی، ناسخ اور منسوخ آیات، محکم اور متشابہ آیات، خاص اور عام آیات سب مجھے بتایا، اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ مجھے آیات کا فہم عطا فرمائے اور انہیں یاد رکھنے کی توفیق دے۔ پس جب سے آنحضرت ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ اس وقت سے نہ میں کتاب الہی میں سے کسی آیت کو بھولا ہوں اور نہ ہی کسی آیت کو فراموش کیا ہے جو آپؐ نے مجھے الاء کروائی تھیں۔“

قرآن مجید کی تمام آیات کو علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھوایا۔ انہوں نے خود فرمایا ہے:

”إِنَّ كُلَّ آيَةٍ أَنْزَلَهَا عَلَيَّ مُحَمَّدٌ ﷺ عِنْدِي بِأَمْرٍ رَسُولِ اللَّهِ وَخَطَّ يَدِي“ (12)

ترجمہ: ”حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی ہر آیت میرے پاس ہے جسے رسول خدا ﷺ نے مجھے لکھوایا اور میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔“

حضرت علی علیہ السلام کے پاس قرآن کے ظاہر اور باطن کا علم تھا۔

”عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ، مَا مِنْهَا حَرْفٌ إِلَّا وَكَهْ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ، وَإِنَّ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ عِنْدَهُ مِنَ الظَّاهِرِ

وَالْبَاطِنِ“ (13)

ترجمہ: ”ابن مسعود سے مروی ہے کہ اس نے کہا ہے قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ اور ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور علی

ابن ابی طالب کے پاس اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔“

حضرت علی علیہ السلام تمام صحابہ کرام سے فقہ القرآن میں زیادہ عالم تھے۔ قرآن کے حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم انہیں حاصل تھا۔ جیسا کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

”وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا عَلَّمَهُ اللَّهُ مِنْ حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ وَلَا أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ كَانَ أَوْ يَكُونُ وَلَا كِتَابٍ مُنْزَلٍ عَلَيَّ أَحَدٍ قَبْلًا مِنْ طَاعَةِ أَوْ مَعْصِيَةِ إِلَّا عَلَّمَنِيهِ وَ

حَفِظْتُهُ فَلَمْ أَنْسَ حَرْفًا وَاحِدًا، ثُمَّ وَضَعَ يَدَكَ عَلَيَّ صَدْرِي وَدَعَا اللَّهَ لِي أَنْ يَتِلَّأَ قَلْبِي عِلْمًا وَفَهْمًا وَحُكْمًا وَنُورًا“ (14)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حلال و حرام، امر اور نہی جو ہوا اور جو ہونا ہے کی تعلیم دی اور آنحضرت ﷺ سے پہلے جو

کتاب اطاعت اور معصیت کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ سب علم آپ نے مجھے عطا فرمایا اور میں نے اُسے یاد کر لیا اور اس علم میں سے

میں ایک حرف بھی نہیں بھولا، پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھ کر میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ میرے

قلب کو علم و فہم حکمت اور نور سے پُر کر دے“

حضرت علی علیہ السلام کا قرآن کے متعلق تمام جہات سے کامل علم اور قرآنی آیات کا آپ کے دل و جان میں سرایت کرنا اس بات کا موجب بنا کہ آپ

کی گفتار، رفتار اور کردار اور عمل سب قرآن کی تفسیر بن گیا اور قرآنی آیات کا عکس آپ کی سیرت میں پورے طور پر جلوہ افگن ہو گیا۔ قرآن کی تجلی

علی علیہ السلام کے کردار میں نمایاں ہو گئی لہذا بجا طور پر آپ کو قرآن ناطق کے لقب سے نوازا گیا۔

قرآن اور عدل علی:

قرآن مجید کی بنیادی اور اہم ترین تعلیمات میں سے ایک عدل و انصاف کا حکم ہے۔ اس پر قرآن میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

”لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ“ (15)

ترجمہ: ”بتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ

عدل و انصاف قائم کریں۔“

اس آیت میں تمام انبیاء کے معبود ہونے کی غرض و غایت کا خلاصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو شریعت، آیات بنیات، کتابیں اور میزان عنایت ہوئی

ہیں تو ان سب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ عدل و انصاف قائم کریں۔

اسی طرح قرآن مجید سورہ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:

”وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُمْ بِبَيْنِهِمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ“ (16)

ترجمہ: ”اور اگر آپ فیصلہ کرنا چاہیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں سب لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُوَدُّوا إِلَى الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ“ (17)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کرو۔“

ان آیات اور عدل و انصاف کے بارے میں قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں جب ہم علیہ السلام کے سیرت و کردار کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں پورے طور پر عدل کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ بلکہ وہ ہمیں مجسمہ عدل نظر آتے ہیں۔ ان آیات کی تجلی ان کے عمل و کردار میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

عدل اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اپنے وسیع معنوں میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاکم ہے قضاوت کی مسند ہو یا عدالت کی کرسی ہو، بیت المال کی تقسیم ہو یا غلاموں اور آقاؤں کے حقوق، عرب و عجم کا مسئلہ ہو یا حکومتی وظائف کی بات ہو، حکمرانوں کے فرائض ہوں یا رعایا کے حقوق، ان سب امور میں علی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی عادل نظر نہیں آتا۔ بلکہ مشہور ہے کہ ان کی شہادت کا سبب ان کا انتہائی درجے کا عدل ہے۔ وہ ہر قسم کے ظلم و جور سے پاک تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہفت اقلیم کی حکومت بھی مجھے دے دی جائے اور اس کے بدلے میں یہ کہا جائے کہ چیونٹی کے منہ سے چاول کا چھلکا چھین لوں تو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ انہوں نے فرمایا:

”وَاللّٰهُ لَوْ أُعْطِيَ الْأَقَالِيمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ أَفْئَلًا كَمَا عَلَىٰ أَنْ عَصَىٰ اللَّهُ فِي نَبَلَةٍ أَسْلَبَهَا جَلْبَ شَعْبِيرَةَ مَا فَعَلْتُهُ“ (18)

رسول اللہ ﷺ کے بعد علی علیہ السلام قرآن مجید کی اس آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ“ (19) کے واضح ترین مصداق تھے۔ وہ کس طرح اپنے رب کی مخالفت کر سکتے تھے جبکہ اس کا فرمان ہے:

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ (20)

ترجمہ: ”بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔“

حضرت علی علیہ السلام کے عدل و انصاف کے متعلق ابن مردویہ سے روایت نقل ہوئی کہ جب علی علیہ السلام یمن سے واپس آئے (اور رسول خدا ﷺ کے لئے روانہ ہو چکے تھے) تو اپنے لشکر کو پیچھے چھوڑ کر تیزی سے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ ان کے لشکر میں ایک شخص نے قیمتی لباس (حلہ) جو آپ یمن سے لے کر آ رہے تھے۔ خود بھی پہن لیا اور دوسروں کو بھی پہنچا دیئے۔ جب وہ لشکر علی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے ان کی سرزنش کی کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا تاکہ وہ لوگوں کے سامنے خوبصورت لگیں۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے سے پہلے اس میں تصرف جائز نہیں ہے لہذا یہ تم نے غلط کیا ہے۔

پس آپ نے ان سب سے لباس اتروالیے۔ لشکر نے اس رویے پر ان کی شکایت کی۔ پھر جناب سعید خدری نے روایت کی ہے کہ اس موقع پر لوگوں نے رسول خدا ﷺ سے حضرت علی علیہ السلام کی توشکایت کی آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”إِيهَا النَّاسُ لَا تَشْكُوا عَلَيْنَا، فَوَاللَّهِ إِنَّهُ لَأَخْبِشُنُ فِي ذَاتِ اللَّهِ مِنْ أَنْ يُشْكَى“ (21)

ترجمہ: ”اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو، اللہ کی قسم! علیؑ، اللہ تعالیٰ کے (احکام کے) بارے میں بہت زیادہ سخت ہیں۔“

علامہ سیوطی نے کتاب اللالیٰ کے حاشیہ میں اور حافظ گنجی نے اپنی سند سے ابومریرہ سے بیان کیا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں۔ میں نے سلام کیا آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں عطا فرمائیں میں نے انہیں گنا تو وہ تہتر (73) کھجوریں تھیں۔ پھر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت گیا ان کے پاس بھی کھجوریں پڑی تھیں پس میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا میری طرف مسکرائے اور مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں عنایت کیں جب میں نے ان کو شمار کیا تو تہتر (73) کھجوریں تھیں۔ میں اس پر بہت حیران ہوا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے پاس آیا، آپ کے سامنے کھجوریں تھیں آپ نے مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں دیں میں نے گنا تو وہ تہتر (73) تھیں پھر میں علی علیہ السلام کی خدمت میں گیا انہوں نے مجھے ایک مٹھی بھر کھجوریں دیں جب میں نے شمار کیا تو وہ بھی تہتر (73) تھیں اس پر مجھے بہت تعجب ہوا ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

”يَا أَبَاهُ رِيَّةَ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ يَدِي وَيَدَ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ“

ترجمہ: ”اے ابومریرہ! کیا آپ نہیں جانتے کہ عدل میں میرا اور علی بن ابی طالب کا ہاتھ یکساں اور برابر ہے۔“ (22)

اسی طرح ایک اور واقعہ میں جسے ابن مغازی نے اپنی کتاب مناقب میں اور جوینی نے فرائد السمطين میں اپنی اسناد سے حبشی بن جنادہ سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا: یا خلیفۃ رسول اللہ، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے کھجور کی تین مٹھیاں بھر کر دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ علیؑ کو میرے پاس بلاؤ۔ علیؑ تشریف لائے آئے تو جناب ابوبکر نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ یہ شخص یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے تین مٹھی بھر کر کھجوریں دیں گے۔ پس اسے مٹھی بھر کر کھجوریں دیں پس حضرت علیؑ نے اسے تین مٹھی بھر کر کھجوریں دیں، پھر کہا کہ اسے شمار کرو تو جب میں نے گنا تو ہر مٹھی میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں نہ ایک دانہ کم نہ زیادہ۔

”فَقَالَ ابوبكر- صدق الله ورسوله، سبعت رسول الله ﷺ ليلة الهجرة ونحن خارجون من مكة الى المدينة يقول: يا ابا بكر كفي

وكفك علي في العدل سواء“ (23)

ترجمہ: ”پس ابوبکر نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے میں نے ہجرت کی رات جب ہم مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا! اے ابوبکر! عدل میں میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ مساوی ہے۔“

اس روایت کو انہی الفاظ اور سند کے ساتھ علامہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، خوارزمی نے مناقب میں اور علامہ قندوزی نے نتائج المودة میں کتاب الفردوس سے بیان کیا ہے۔ (24)

یہاں پر علی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں سے عدل و انصاف کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے بیان کیا ہے ایک شخص حضرت علی علیہ السلام کے پاس بطور مہمان آیا چند دن وہ ان کے ہاں ٹھہرا۔ اس کے دل میں ایک بات تھی۔ جس کا اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ذکر نہیں کیا۔ درحقیقت اس کا کسی اور آدمی سے تنازعہ تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کا مخالف فریق آئے تو وہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اپنا مسئلہ پیش کرے۔ جو نبی اس نے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا:

”تَحْوَلُ عَنَّا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُضَافَ الْإِلْمُ وَالْأَمْرُ مَعَهُ خَصْمَهُ“ (25)

ترجمہ: ”میرے ہاں سے چلے جاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مقدمے کی صورت میں کسی ایک فریق کو مہمان بنانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ دونوں فریق قاضی کے مہمان ہوں۔“

ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دور میں قاضی سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ انہوں نے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا خود عدالت کی کرسی پر بیٹھے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق عدالت میں فریقین مساوی طور پر ایک دوسرے کے برابر بیٹھیں۔ قاضی نے مدعی کا نام پکارا اور اسے اپنے سامنے معین جگہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت علی سے کہا: اے ابوالحسن! آپ بھی مدعی کے برابر میں بیٹھ جائیں۔ یہ جملہ سن کر علی علیہ السلام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصے کے آثار چہرے پر نمودار ہوئے۔ قاضی نے کہا کیا آپ کو مدعی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میری ناراضگی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں مخالف فریق کے ساتھ بیٹھوں بلکہ میری ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ تم نے اسلامی عدالت کے اصولوں کا مکمل خیال نہیں رکھا کیونکہ تم نے میرا نام احترام سے لیا ہے اور میری کنیت سے بلایا ہے جبکہ میرے مد مقابل کو صرف نام سے پکارا ہے۔ (26)

حضرت علی علیہ السلام کے عدل و انصاف کا ایک اعلیٰ نمونہ خود ان کے اپنے دور خلافت کا ہے جب کوفہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام ایک عیسائی کو قاضی کے پاس لے گئے اور اس کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ یہ زرہ میری ہے میں نے نہ اسے کسی کو بیچا اور نہ کسی کو بخشا ہے جبکہ یہ مجھے اس کے پاس سے ملی ہے۔ قاضی نے عیسائی سے کہا خلیفہ نے اپنا مدعا بیان کیا ہے تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: یہ زرہ تو میری اپنی ہے اس کے باوجود میں خلیفہ کی تکذیب نہیں کرتا ممکن ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔

قاضی امیر المؤمنین سے مخاطب ہوا اور کہا آپ مدعی ہیں اور وہ منکر ہے، اس بناء پر (اسلامی اصول کے مطابق) آپ کو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا قاضی سچ کہتا ہے اب مجھے گواہ پیش کرنے چاہیں لیکن میرے پاس گواہ نہیں ہیں۔ قاضی نے گواہ نہ ہونے کی بناء پر عیسائی کے حق میں فیصلہ دے دیا اس نے بھی زرہ اٹھائی اور چلتا بنا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ زرہ کس کی ہے چند قدم چلنے کے بعد اس کا ضمیر بیدار ہوا واپس پلٹا اور کہا: یہ طرز حکومت اور رویہ کسی عام انسان کا نہیں ہو سکتا یہ تو انبیاء والا طرز حکمرانی ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ زرہ علی علیہ السلام کی ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور بڑے ایمانی جذبے اور شوق کے ساتھ علی علیہ السلام کے پرچم تلے جنگ نہروں میں شرکت کی۔

اس واقعے کو ابن کثیر نے تھوڑے فرق کے ساتھ اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (27)

علی علیہ السلام کی عدالت کا ایک مظہر بیت المال کی تقسیم اور اس کی حفاظت اور اس کا حد درجہ خیال رکھنا ہے۔

روضۃ الکافی میں محمد بن جعفر عقبی سے نقل ہوا ہے کہ جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی بطور خلیفہ بیعت کی گئی تو امیر المؤمنین نے خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد فرمایا:

”ایہا الناس، ان آدم لم یلد عبداً ولا أمةً، وان الناس کلہم احرارٌ، ولكن الله حوّل بعضکم بعضاً، فبن کان له بلاء فصبرفی الخیر، فلا یسب

به علی الله عزوجل ألا وقد حصر شیعی ونحن مسوون فیہ بین الاسود والاحمر۔

فقَالَ مروان لطلحة والذبیبر ما اراد بهذا غیر کما“

ترجمہ: ”اے لوگو! آدم نے نہ کوئی غلام جنا اور نہ ہی کنیر، بتحقیق سب انسان آزاد اور حر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بعض کے اختیار میں دیا ہے پس جو بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے یا آزمائش میں پڑتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے۔ اس میں بھلائی ہے۔ اس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ پر احسان نہ جتلائے (بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس پر احسان ہے کہ اس نے صبر کی توفیق دی۔ آگاہ رہو جو چیز (خراج سے) حاصل ہوگی ہم اسے گورے اور کالے کے درمیان بطور ماوی تقسیم کریں گے۔ اس پر مروان نے طلحہ اور زبیر سے کہا اس سے مراد تمہارے علاوہ کوئی نہیں۔“

راوی کہتے ہیں پھر علی علیہ السلام نے ہر ایک کو تین دینار عطا کیے۔ انصار میں سے ایک شخص کو تین دینار دیے اور ایک حبشی غلام آیا تو اسے بھی آپ نے تین دینار دیئے۔ انصاری نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ غلام ہے جیسے میں نے کل آزاد کیا ہے۔ آپ مجھے اور اس کو برابر قرار دے رہے ہیں؟ امیر المؤمنین نے فرمایا: ”میں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا ہے اور دیکھا ہے مجھے اسحاق کی اولاد پر اسماعیل کی اولاد کی کوئی برتری نظر نہیں آئی۔“ (28)

ابن عبدالبر مالکی اپنی کتاب الاستیعاب میں بیان کرتے ہیں۔ جب علی علیہ السلام کے پاس کوئی مال آتا تو آپ سارا کا سارا تقسیم کر دیتے اور ذرا برابر باقی نہ رکھتے۔ بیت المال میں صرف وہ مال بچ جاتا جو اس دن تقسیم کرنے سے عاجز ہوتے اور فرماتے: یا دینا عظمیٰ غیری ”اے دنیا میرے غیر کو دھوکا دے علیٰ تیرے فریب میں آنے والا نہیں۔ مالیت کو اکٹھے کرنے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے کسی دوست اور قریبی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ مختلف علاقوں میں گورنر متعین کرتے وقت اہل دین و دیانت کو مقرر فرماتے تھے۔ اور جب کبھی ان کی طرف سے خیانت کی اطلاع ملتی تو فوراً نہیں لکھتے:

”قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ“ (29)

ترجمہ: ”تمہارے پروردگار کی طرف سے (یہ قرآن) تمہارے پاس نصیحت ہے۔“

”وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْبِيزَانَ بِالنَّقِیْطِ“ (30)

ترجمہ: ”اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔“

”وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔ بَلَّغُوا إِلَٰهَ خَيْرِكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِخَفِيْظٍ“ (31)

ترجمہ: ”اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ اللہ کی طرف سے باقی ماندہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم

مومن ہو اور میں تم پر نگہبان تو نہیں ہوں۔“

آپ اسے لکھتے، جب میرا یہ خط تھے موصول ہو جو کچھ تیرے پاس ہے اسے محفوظ رکھو یہاں تک کہ میں کوئی ذمہ دار شخص بھیجوں جس کے تم حوالے کر دو۔ پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہتے تھے: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے انہیں مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی میں نے تیرے حکم کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ (32)

جب آپ کے بھائی حضرت عقیل نے بیت المال میں سے کچھ زیادہ حصہ مانگا تو آپ نے لوہے کی سلاخ کو گرم کر کے ان کے قریب کیا تاکہ اپنے بھائی کو سمجھائیں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ظلم اور ناانصافی ہے۔ اس واقعہ کو آپ خود بیان فرماتے ہیں:

”بخدا میں نے عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیسوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں

ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا مگر میں نے یہ کیا کہ ایک لوہے کی سلاخ کو گرم کیا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کریں چنانچہ وہ اس طرح چھینے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغنے سے جل جائے۔ پھر میں نے کہا اے عقیل! رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف دعوت دے رہے ہو جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے تو تم اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔“ (33)

اسی خطبے کی ابتداء میں انہوں نے فرمایا:

”وَاللّٰهُ لَآئِنِ آتَيْتَ عَلَىٰ صَنَكِ السَّعْدَانَ مُسَهَّدًا، وَأَجْرِي الْأَغْلَالَ مُصَفَّدًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِبَشْرٍ مِنَ الْخَطَايَا، وَكَيْفَ أَظْلِمُ أَحَدًا لِنَفْسِي يُسْمِعُنِي إِلَى الْبَيْتِ قُضُولَهَا وَيَطُولُنِي فِي الثَّرَى حُلُولَهَا“ (34)

ترجمہ: "خدا کی قسم! مجھے سعدان (ایک خاردار جھاڑی ہے جیسے اونٹ چرتا ہے) کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق وزنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو یا مال دینا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیوں کر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔"

علی علیہ السلام کے عدل و انصاف کا ایک اور پہلو نسل پرستی کا خاتمہ ہے، ان کے نزدیک سب برابر تھے۔ ایک دفعہ ایک عرب عورت اور ایک عجمی عورت کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور یہ معاملہ علی علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچا تو علی علیہ السلام نے دونوں کے درمیان مساوات کا سلوک کیا اور ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک روانہ رکھا اس پر عرب خاتون نے سخت اعتراض کیا، اس وقت علی علیہ السلام نے دونوں ہاتھوں میں زمین سے مٹی اٹھائی اور مٹی کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

میں جتنا بھی غور کرتا ہوں مجھے خاک کی ان دو مٹیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا"

علی علیہ السلام نے اس لطیف عملی مثال کے ذریعے آنحضرت ﷺ کے مشہور قول کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"كلکم لادم و ادم من تراب لافضل لعربی علی عجمی الا بالتقویٰ"

ترجمہ: "سب آدم کی اولاد میں اور آدم مٹی سے بنے ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔"

پس فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، نسل، نسب اور قومیت معیار فضیلت نہیں ہے جب سب آدم کی اولاد ہیں تو پھر نسل پرستی کیسی؟

یہ تھے علی علیہ السلام کے عدل و انصاف کے چند پہلو جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سب پہلو قرآن کی تعلیمات کی عملی تصویر ہیں یہ علی علیہ السلام ہی کا کمال ہے کیونکہ قرآن ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا وہ قرآن کی روح سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔

حوالہ جات

1- بیچ البلاغہ- خطبہ قاصع (اردو ترجمہ خطبہ-190، ص 45، 544)

2- عالمی، شیخ حر، وسائل الشیعہ ج 27 ص 33، مسند احمد بن حنبل، ج 3، ص 17 صحیح ترمذی، ج 2، ص 308

- 3- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، باب احوال ام سلمہ، ج 22، ص 223، موسسہ الوفاء بیروت، لبنان، 1414 ہجری۔
- 4- مستدرک علی الصحیحین، ج 4685، لطبرانی۔ المعجم الصغیر۔ الجزء (1) ص: 255 ج 721۔ المعجم الاوسط ج (5) ص: 135 ج 5037، الموقن الخوارزمی۔ المناقب: ص: 260، ج 214، القندوزی الحنفی ینایع المودۃ: ج 124، ص 56، القندوزی الحنفی ینایع المودۃ، ج 2، ص 403، ج 54، ابن حجر المیسقی: الصواعق المحرقة، ص 191، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1983۔
- 5- بحار الانوار، ج 8، ص 456 (بی 2)
- 6- احمد بن حنبل، مسند احمد، فضائل الصحابہ ومن فضائل علی، حدیث 1047، ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، سنن ابن عیین من المسجدة النبویہ، حدیث: الصدقہ بالتمام وصورا کج، ج 11، ص 101، باب ذکر شیئ من فضائل امیر المؤمنین علی بن ابی طالب۔ ابن الاثیر اسد الغایہ، ج 4، ص 32، حاکم، مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ علی مع القرآن والقرآن مع علی، حدیث 4605، حبیبی، مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب باب فی قتالہ ومن یقاتلہ، ج 9، ص 133۔ طبرانی، معجم الصغیر، ج 1، ص 255، حدیث 721، بیہقی، دلائل النبوة، جماع ابواب غزوة تبوک، حدیث 2753، نسائی، سنن الکبریٰ، کتاب الخصال، حدیث 7313
- 7- مقدمہ تفسیر البرہان۔ 16
- 8- حلیۃ الاولیاء، ص 67/1
- 9- انساب الاشراف/1
- 10- بحار الانوار۔ ج 40، ص 38
- 11- کلینی، محمد یعقوب۔ اصول کافی، ج 1، کتاب فضل العلم، باب اختلاف الحدیث، ج 1، ص 108 (ترجمہ فارسی) حدیث 1، انتشارات اسوہ، قم 1370 ہجری۔
- 12- البلاغی، محمد جواد، الاثر الحسن فی تفسیر القرآن، ص 38، قم، مکتبۃ الوداد
- 13- الاقنان 233/4
- 14- الکافی، ج 1، ص 189۔ 190
- 15- حدید: 25
- 16- مائدہ: 42
- 17- النساء: 58
- 18- ابن شہر آشوب۔ المناقب ج 2، ص 109
- 19- النساء: 135
- 20- النساء: 135
- 21- ابن شہر آشوب۔ المناقب ج 2، ص 110
- 22- اسے سیوطی نے الالبانی کے حاشیہ ص 54، حافظ گنجی فی الباب 62، ص 256
- 23- ابن مغازلی الشافعی، مناقب ص 129، ج 170، جوینی فرائد المسلمین ج 1، ص 50، ج 15، الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ۔
- 24- خطیب بغدادی، ج 5، ص 37؛ خوارزمی، مناقب ص 235؛ قدرزی، ینایع المودۃ ص 233؛ الفردوس ج 5، ص 305، ج 8265۔
- 25- الحر العاملی، شیخ محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، تحقیق شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی، ج 18، ص 157، الکلبینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب (متوفی 328) (25)
- 26- جورج جراق، الامام علی صوت العدالۃ الانسانیہ۔ ص 49، شرح، نصح البلاغہ ابن ابی الحدید، چاپ بیروت، ج 4، ص 185
- 27- ابن اثیر، الکامل، ج 3، ص 104، الامام علی صوت العدالۃ الانسانیہ، ص 23، بحار، ج 9، (چاپ تہذیب) ص 598

28- الکلبینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب، روضۃ الکافی، ص 69، حدیث 26، الروضۃ الکافی، تصحیح علی اکبر غفاری، ص 69، ج 26 دارالکتب الاسلامیہ، طهران۔

29- یونس: 57

30- انعام: 152

31- (ہود: 85-86)

32- الاستعیاب بہامش الاصابہ، ج 3، ص 48

33- نوح البلاغہ اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 221، ص 624، 625

34- نوح البلاغہ اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 22، ص 624